اصلاح اعمال کی تلقین

(فرمودہ ۱۶ فروری ۱۹۱۹ء)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اصلاح اعمال کی تلقین

(فرمودہ ۱۶۔ فروری ۱۹۱۹ء بر مکان میاں چراغ دین صاحب لاہور)

حضور نے سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا

انسان کی زندگی اور اس کی موت اس کے لئے بہت بڑے سبق اپنے اندر رکھتی ہے مگر ان کے لئے جو تدبر اور فکر کرتے ہیں۔

انسان اور حیوان کی زندگی میں فرق

انسان کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اس کی زندگی اور دوسرے حیوانوں کی زندگی میں بہت بڑا فرق پاتے ہیں۔ دوسرے جس قدر حیوانات ہیں ان کی زندگی ایک دوسرے کے ساتھ ایسی وابستہ نہیں ہے جیسی انسان کی۔ حیوان زیادہ سے زیادہ ایک نر اور ایک مادہ کا محتاج ہوتا ہے اس سے زیادہ ان کے لئے کسی ربط اور تعلق کی ضرورت نہیں ہے اور جو ادنیٰ درجہ کے حیوان ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک ہی وجود میں نر اور مادہ کی طاقت ہوتی ہے ہاں جو ان سے بڑے ہوتے ہیں ان میں نر کو مادہ کی اور مادہ کو نر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ تیسرے کے وہ محتاج نہیں ہوتے۔ مگر انسان کو خدا تعالیٰ نے ایسا پیدا کیا ہے کہ اس کے متعلق ایک دو تین کا سوال نہیں بلکہ اس کی ضروریات ایسی وسیع ہیں کہ تمام بنی نوع انسان کی حرکات کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے اور باریک در باریک تغیر جو اگرچہ نہایت خفیف ہوتا ہے مگر اثرات کے لحاظ سے اس قدر وسیع ہوتا ہے کہ تمام دنیا میں پھیل جاتا ہے اور گو بہت سے اثر ایسے ہوتے ہیں جو نمایاں طور پر نظر نہیں آتے مگر حقیقتاً انسان کے اعمال، خیال، گفتگو اور حرکات پر بہت اثر ڈالتے ہیں اور بعض اثر ایسے بھی ہوتے ہیں جو نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

کوئی حرکت ضائع نہیں ہوتی

ان باتوں کے سمجھنے کے لئے پہلے لوگوں میں اتنی قابلیت نہ تھی جتنی اب ہے کیونکہ اب نیچر کے قواعد کی رو سے معلوم کرلیا گیا ہے کہ باریک سے باریک اثر بھی ضائع نہیں جاتا بلکہ دوسری چیزوں کو مؤثر کرتا ہے۔ چنانچہ بے تار برقی کا پیغام اسی بات سے فائدہ اٹھا کر بنایا گیا ہے کہ کوئی حرکت جو پیدا ہوتی ہے وہ ضائع نہیں جاتی بلکہ اس کی لہریں چلتی ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتی ہیں۔

روحانی دنیا کی لہریں

جس طرح مادی دنیا میں حرکات کی لہریں چلتی ہیں اسی طرح روحانی دنیا میں بھی چلتی ہیں۔ جو کبھی تو اتنی نمایاں ہوتی ہیں کہ ہر ایک انسان انہیں دیکھ لیتا ہے اور کبھی ایسی کہ اس آلہ بے تار کی طرح ان کا علم ان ہی کو ہو سکتا ہے جن کے پاس ان کے معلوم کرنے کا آلہ ہوتا ہے۔

انبیاء کے وجود سے لہریں

بڑی بڑی لہریں انبیاء کے وجود سے پیدا ہوتی ہیں ان سے جو لہریں پیدا ہوتی ہیں وہ اپنی اپنی طاقت کے بموجب ایک ایک صوبہ ایک ایک ملک یا ساری دنیا میں پھیلتی ہیں۔ چنانچہ ایسی لہریں کئی دفعہ دنیا میں پھیلیں اور بہتوں نے محسوس کی ہیں۔ بہت پرانے زمانے کی تاریخیں موجود نہیں لیکن حضرت نوح علیہ السلام کا حال قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ گو وہ دکھوں میں مبتلاء کئے گئے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں مگر ان میں ایسی طاقت تھی کہ جس سے پیدا ہونے والی لہر کو بہتوں نے دیکھا اور محسوس کیا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت لہر اٹھی اور اس زور سے اٹھی کہ جس نے ایک وسیع خطہ زمین کا احاطہ کرلیا۔

حضرت موسیٰ کے زمانہ کی لہر

پھر سب سے بڑی لہر جس کا اندازہ لگایا گیا وہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئی۔ دیکھئے کس قدر ادنیٰ درجہ سے قوم کو انہوں نے نکالا اور کیسے ظالم اور زبردست دشمنوں کے پنجہ سے چھڑایا۔ بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہ فوج تھی اور نہ کسی اور قسم کی قوت مگر ان کے اس دل میں جس میں خدا تعالیٰ کے لئے عجز اور انکسار بھرا ہؤا تھا جو لہر پیدا ہوئی اس نے ان کی قوم میں زندگی پیدا کردی اور وہ قوم جو حد درجہ کی ذلیل ہو چکی تھی حتیٰ کہ کسی قبطی کی نظر اس قوم کے آدمی پر پڑ جاتی تو اسے واجب القتل قرار دے دیا جاتا۔ بادشاہ جب باہر نکلتا تو منہ پر نقاب ڈال کر نکلتا تاکہ کسی پر نظر نہ پڑے اس سے زیادہ کسی قوم کی ذلت اور کیا ہو سکتی ہے؟ آج ہندو کہتے ہیں کہ

جس چیز کو مسلمان کا ہاتھ لگ جائے وہ ناپاک ہو جاتی ہے اور مسلمان اس پر چڑتے اور غصّے ہوتے ہیں اور کسی حد تک ان کا غصہ جائز بھی ہوتا ہے مگر بنی اسرائیل اس قدر ذلیل سمجھے جاتے تھے کہ بادشاہ ان کو دیکھنا بھی برا سمجھتا تھا اور منہ پر نقاب ڈال کر باہر نکلتا تھا۔ بنی اسرائیل اپنی ذلّت چھپانے کے لئے کہتے تھے کہ فرعون کوڑھی ہوتے ہیں۔ اس لئے منہ پر نقاب ڈال کر باہر نکلتے ہیں مگر تاریخ بتلاتی ہے کہ وہ اس لئے نقاب ڈالتے تھے کہ ناپاک بنی اسرائیل پر نظر نہ پڑے۔ تو جو لوگ ایسے ناپاک سمجھے جاتے تھے اور جن سے ادنیٰ سے ادنیٰ مثلاً اینٹیں پتھوانے کا کام لیا جاتا تھا اور وہ بغیر کسی شور و شر اور ناراضگی کے ایسے کام کرتے تھے ان میں کبھی ذلت سے بچنے کا کچھ جوش آیا بھی تو فوراً دب گیا اور پھر اسی طرح طبعی دنایت سے کام کرتے رہے۔ ایسی گری ہوئی اور ذلیل قوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور ان کے ذریعہ ایسی لہر چلائی جو پھیلتے پھیلتے دور نکل گئی۔ اس کے بعد گو اس کا اثر نظر نہیں آتا مگر جیسا کہ میں ثابت کروں گا کوئی لہر ایسی نہیں جو اثر نہ کرے۔ اس کے بعد چھوٹی چھوٹی لہریں پیدا ہوتی رہیں مگر تیرہ سو سال بعد ایک بڑی لہر پیدا ہوئی جو دنیا کے اکثر حصہ پر پھیل گئی۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ کی لہر

اور پھر سب سے آخر اور سب سے بڑی لہر رسول کریم ﷺ کے ذریعہ پیدا ہوئی اس وقت جبکہ دنیا میں لوگ غافل ہو کر تاریکی میں بھٹک رہے تھے اور سب پر مُردنی چھائی تھی رسول کریم ﷺ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے روحانیت کے دریا میں پُرجوش لہر پیدا کی۔ جو کسی خاص زمانہ اور خاص مقام سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ تمام دنیا کے لئے ہے گو یہ لہر ملک عرب میں پیدا ہوئی جو بظاہر رتبہ اور درجہ میں کوئی امتیاز نہ رکھتا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے پھیلتے پھیلتے تمام دنیا میں پھیل گئی یہ تو اس کا ظاہری اثر ہے جو دنیا کو نظر آرہا ہے اور ہر شخص خواہ وہ کافر ہو یا مؤمن محسوس کرتا ہے۔ یورپ کے مؤرخ بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں اور اسلام کے مؤرخ بھی۔ یہودی بھی اس کو مانتے ہیں اور عیسائی بھی۔

انبیاء کے ذریعہ پیدا ہونے والی لہروں کا اعتراف

یہ بات دنیا تسلیم کرے یا نہ کرے کہ حضرت موسیٰ خدا کے نبی تھے لیکن اس میں شک نہیں کہ کوئی قوم اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ حضرت موسیٰ کے ذریعہ ایک ایسی لہر ضرور پیدا ہوئی جو تمام بنی اسرائیل میں پھیل گئی پھر دنیا حضرت مسیح کے نبی

اللہ ہونے کا انکار کرے تو کرے مگر اس بات کا انکار نہیں کر سکتی کہ ان کے زمانہ میں بھی ایک لہر اٹھی تھی۔ اسی طرح یہ اور بات ہے کہ رسول کریم ﷺ کو تمام لوگ خدا تعالیٰ کا نبی نہ مانیں مگر اس میں شک نہیں کہ یہ بات ماننے کے لئے ساری دنیا مجبور ہے کہ آپ کے ذریعہ دنیا میں ایک ایسا تغیر ضرور پیدا ہؤا جو اس سے پہلے کبھی نہیں پیدا ہؤا تھا۔ یہ نمایاں اور ہر ایک کو محسوس ہونے والا اثر ہے۔

روحانی لہر کا در پردہ اثر

پھر پوشیدہ اثر جس کو عام لوگ محسوس نہیں کرتے۔ مگر واقعات بتاتے ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل دنیا میں پھیلتا ہے اور ایک ہی جگہ نہیں ٹھہر جاتا اور جو مشین چلائی جاتی ہے وہ ٹھہرتی نہیں بلکہ آگے ہی آگے جاتی ہے اور جس طرح ہماری تمام حرکات اس جوّ میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے اثرات دور تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح روحانی دنیا میں جو لہر اٹھتی ہے وہ بھی پھیلتی ہے اور دور دور تک پہنچتی ہے چنانچہ رسول کریم ﷺ کی مثال جو نمایاں طور پر تاریخ میں محفوظ ہے اس کو لیتے ہیں۔

شرک کی رَو

رسول کریم ﷺ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جس میں تمام اقوام عالم عموماً شرک میں مبتلاء تھیں عموماً کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ اس زمانہ میں بعض ایسے افراد بھی تھے جو فرداً فرداً وحدانیت کے قائل تھے لیکن ان کا کوئی اثر نہ تھا۔ عام طور پر ہر جگہ شرک ہی شرک تھا اور اس زمانہ میں ایک سے زیادہ خدا ماننا ایک فیشن کے طور پر ہو گیا تھا۔ جس کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ جو قومیں توحید مانتی تھیں ان میں بھی کسی نہ کسی رنگ میں ایک سے زیادہ خدا تسلیم کئے جاتے تھے۔ بنی اسرائیل جن کی ساری کتابیں کہہ رہی تھیں کہ ایک کے سوا کسی کو خدا نہ مانو وہ بھی کہتے تھے کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے۔ اسی طرح زرتشتی جن کے مذہب کی بنیاد ابتداء میں خالص توحید پر تھی وہ بھی ایسی حالت میں تھے کہ بالکل شرک میں مبتلاء تھے۔ ادھر ہندوستان میں بت پرستی کی یہ حالت تھی کہ گو وہ کہتے تھے ایک خدا کی پرستش کرنی چاہئے لیکن قسم قسم کے بتوں کو پوجتے اور ان کی پرستش کرتے تھے اور مسیحی تو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا ہی چکے تھے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں تمام اقوام باوجود شرک کی منکر ہونے کے توحید پر قائم نہ رہی تھیں۔ گویا وہ ڈرتی تھیں کہ اگر توحید پر قائم رہیں تو مٹ جائیں گی جیسا کہ آج کل پردہ کے متعلق عام لوگوں کا خیال ہے اور اس کے خلاف اسی بناء پر ایک رَو چلی ہوئی ہے جس سے متأثر ہو کر مسلمان بھی کہتے ہیں کہ اب یا تو پردہ

کو بالکل اڑا دیا جائے یا اس قدر خفیف اور ہلکا کر دیا جائے کہ اہل یورپ کو معلوم نہ ہو سکے کہ ہم پردہ کے پابند ہیں۔ اسی طرح تعدد ازواج کے متعلق مسلمانوں کی کوشش ہے کہ یورپ سے اس کو چھپایا جائے اس کے لئے طرح طرح کے پیچ ڈالے جاتے ہیں لیکن اصل بات یہی ہے کہ آج کل جو رَو چلی ہوئی ہے اس سے ڈر پیدا ہو رہا ہے کہ اگر ہم اس کے سامنے کھڑے رہے اور اس کے ساتھ نہ بہنے لگے تو ہمارا مذہب قائم نہیں رہ سکے گا۔ اسی طرح اور مسائل ہیں مثلاً نماز اس کے متعلق کہا جاتا ہے ظاہر نماز کی کیا ضرورت ہے یہ پہلے لوگوں کے لئے تھی اب تو صرف اتنا ہی کافی ہے کہ میز کرسی پر بیٹھ کر خدا کی حمد گالیں اور جب خدا کا نام آئے تو ذرا سر جھکا دیں اور بس۔ یہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس لئے کہ آج کل جو رَو چلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم اپنے اصلی عقائد پر قائم رہے تو مٹ جائیں گے۔ یہی حالت توحید کی اس زمانہ میں ہو چکی تھی جس میں رسول کریم ﷺ مبعوث ہوئے۔ تمام کے تمام مذاہب میں ایک رو چل گئی تھی کہ ہم اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتے جب تک کہ کسی نہ کسی رنگ میں شرک کو اختیار نہ کرلیں۔ کس خبیث الفطرت انسان کے دل میں پہلے پہل یہ رَو پیدا ہوئی۔ تاریخ سے اس کا پتہ نہیں ملتا لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ گندی رَو پیدا ضرور ہوئی اور ابلیس کی تائید سے پھیلتی گئی۔

شرک کی رَو سے توحید کی رَو کا مقابلہ

اس رَو کا مقابلہ کرنے اور اس کی بجائے توحید پھیلانے کے لئے جو انسان اس زمانہ میں کھڑا ہؤا وہ رسول کریم ﷺ تھے۔ گو اس وقت عرب میں ایسے لوگ تھے جو فرداً فرداً ایک خدا کو مانتے تھے مگر لوگوں کے سامنے اسے بیان کرنے سے ڈرتے تھے۔ ہاں وہ اپنے دل کی بھڑاس شعروں میں نکالتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں شرک کے خلاف رَو موجود تھی مگر ایسی ہی جیسی کہ دریا کے مقابلہ میں درخت کی پتی۔ اس لئے وہ شرک کے دریا کو کیا روک سکتی تھی۔ پس ان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ شرک کے دریا کو روک سکتے لیکن خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے وجود میں ایسی رَو پیدا کی جس نے شرک کا مقابلہ کرکے اسے مٹا دیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یا تو یہ لہر چلی ہوئی تھی کہ ہر ایک مذہب والے اپنے مذہب میں شرک داخل کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ ہم اس سے خالی نہ رہیں یا یہ کہ پینتیس (۳۵) کروڑ بتوں کے ماننے والے بھی کہنے لگے کہ ہم بھی توحید کے قائل ہیں۔ پھر وہ قوم جس میں حضرت موسیٰ

علیہ السلام مبعوث ہوئے اور جو توحید کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار تھے اور جنہوں نے توحید کی خاطر اپنی قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کرانا منظور کر لیا مگر اسی قوم کو جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس میں بھی شرک موجود تھا۔

رسول کریم ﷺ کی توحید کی رَو کا اثر

مگر جب رسول کریم ﷺ کے ذریعہ توحید قائم ہوئی تو آج وہ مشرک لوگ جو اپنی بت پرستی پر بڑا زور دے رہے تھے کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں شرک بعد میں داخل ہؤا ہے پہلے نہیں تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ مانا کہ پہلے شرک نہیں تھا لیکن یہ تو بتاؤ کہ شرک کے خلاف تم میں خیال کب سے پیدا ہؤا۔ رسول کریم ﷺ کی بعثت کے بعد ہی پیدا ہؤا۔ تو دنیا کو گو ظاہری طور پر نظر نہیں آتا کہ رسول کریم ﷺ کے ذریعہ شرک کے خلاف جو لہر پیدا ہوئی اس کا کس قدر اثر ہؤا لیکن جب بتایا جائے تو ہر ایک سمجھدار یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ شرک کے خلاف رسول کریم ﷺ کے دل سے جو لہر نکلی وہی پھیل رہی ہے۔ یہ میں نے ایک ایسی مثال دی ہے جو بظاہر نظر نہیں آتی مگر تمام لوگ مانتے ہیں کہ محمد ﷺ کا وجود ایک رَو لایا جو تمام دنیا میں پھیلی اور اب ہر قوم اقرار کرتی ہے کہ ہمارے مذہب میں شرک نہیں۔ یا تو وہ وقت تھا کہ کہا جاتا تھا مسیح کا خدا ہونا عیسائیت کی صداقت کی دلیل ہے اور دیگر مذاہب پر اسے یہی فوقیت حاصل ہے چنانچہ گزشتہ زمانہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں میں جو مناظرے ہوتے رہے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے مگر آج عیسائی صاحبان کہتے ہیں ہمارا مذہب اس لئے سچا ہے کہ صرف اسی میں توحید پائی جاتی ہے۔ گویا یہ مذہب یا تو اس لئے سچا تھا کہ اس میں خالص شرک پایا جاتا تھا یا اب اس لئے سچا ہے کہ اس میں خالص توحید پائی جاتی ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کے ذریعہ جو لہر شرک کے خلاف پیدا ہوئی وہ سب کے اندر سرائت کر گئی اور اندر ہی اندر شرک کا قلع قمع کر رہی ہے۔ یہ لہر گو مخفی ہے اور ہر ایک کو نظر نہیں آتی مگر غور اور تدبر سے دیکھنے والے خوب دیکھ سکتے ہیں۔

انسان کے دل میں پیدا ہونے والی کوئی رَو ضائع نہیں جاتی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی کوئی حرکت ضائع نہیں جاتی۔ دیکھو ادھر شرک کی لہر ایسے زور سے پھیل رہی تھی کہ ہر شخص اس کی طرف جھک گیا تھا لیکن جب اس کے خلاف روحانی لہر پھیلی تو اس کی طرف بھی دنیا جھک گئی۔ ان

دونوں میں فرق کیا ہے؟ یہ کہ شرک کی جو لہر پیدا ہوئی اس کے متعلق کوئی پتہ نہیں کہ کہاں سے پیدا ہوئی لیکن اس کے خلاف جو لہر پیدا ہوئی وہ اس قدر نمایاں اور واضح ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ذریعہ پیدا ہوئی۔

ایک کے دل سے نکلی ہوئی رَو دوسرے کے دل پر کس طرح اثر کرتی ہے

اس امر کا ان لوگوں کے لئے سمجھنا ذرا مشکل ہے جو روحانیت سے ناواقف ہیں کہ ایک کے دل سے نکلی ہوئی لہر کس طرح دوسرے پر اثر کرتی ہے لیکن اس کی مثالیں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ ایک سکھ تھا جو لاہور کے کسی کالج میں پڑھتا تھا اور اس کا حضرت مسیح موعود سے بہت تعلق تھا ایک دفعہ اس نے کہلا بھیجا کہ حضرت مرزا صاحب سے عرض کی جائے کہ جب میں کالج میں جاکر بیٹھتا ہوں تو میرے دل میں دہریت کے خیالات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں ان سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر بتائی جائے۔ حضرت صاحب نے کہلا بھیجا کہ کالج میں جس جگہ بیٹھتے ہو اسے بدل ڈالو چنانچہ اس نے جب جگہ بدلی تو اس قسم کے خیالات پیدا ہونے بند ہو گئے۔ بات کیا تھی یہ کہ اس کے اردگرد ایسے لڑکے بیٹھتے تھے جن میں دہریت پائی جاتی تھی اور ان کے خیالات کی رَو نکل کر اس تک پہنچتی اور اسے متأثر کرتی تھی اور چونکہ اس کے اندر معرفت اور نور نہ تھا اس لئے اس کا دل دہریت کے اثر سے دب جاتا تھا۔ لیکن جب اس نے جگہ بدل لی تو محفوظ ہو گیا۔ اسی طرح بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ ایک انسان کے دل میں خیال آتا ہے کہ یہ بات ہو جائے۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اظہار کرے دوسرا اس خیال کو بیان کر دیتا ہے۔ کیوں اس لئے کہ ایک کا دوسرے پر اثر ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ میں عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا اور یہ اسوقت کا ذکر ہے جب حضرت خلیفہ اول گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے بیمار تھے اور ابھی اچھی طرح صحت یاب نہ ہوئے تھے۔ نماز پڑھاتے ہوئے جب میں سجدہ میں گیا تو خیال آیا کہ کل جمعہ میں اس آیت پر تقریر کروں کہ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ (الفرقان : ۳۱)

اس وقت نہ اس کے متعلق کوئی خیال تھا نہ کوئی اس قسم کا واقعہ ہؤا تھا کہ میں نے اس آیت کو کسی وقت پڑھا ہو یا سنا ہو لیکن ایسے جوش کے ساتھ یہ خیال پیدا ہؤا کہ میں نے سمجھا خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ تحریک ہے اور یہ اس زور سے پیدا ہوئی کہ میں بمشکل اسے دبا کر نماز

ختم کرسکا- پھر جب میں سونے لگا تو اس وقت بھی یہی خیال تھا اور جب اٹھا تو بھی یہی اور اس کے بعد بھی یہی رہا-

حتیٰ کہ میں وضو کرکے نماز کے لئے روانہ ہؤا اور سیڑھیوں سے نیچے اترا تو حضرت خلیفہ اول اترتے ہی ملے۔ فرمانے لگے آج آپ کو میں نے بڑا تلاش کرایا آپ کہاں تھے- میں نے کہا میں تو گھر میں ہی رہا ہوں معلوم نہیں تلاش کرنے والے سے غلطی ہوئی یا کیا- میں تو گھر سے نکلا ہی نہیں- فرمانے لگے میں نہیں جانتا کیا وجہ ہے صبح سے میرے دل میں ایک تحریک بہت زور کے ساتھ ہو رہی ہے کہ آپ آج اس امر پر تقریر کریں کہ لوگ قرآن پڑھیں یہ باتیں کرتے کرتے جب ہم ہندوؤں کے اس مکان کے قریب پہنچے جو بڑی مسجد کے قریب ہے تو آپ نے فرمایا کہ تقریر کرنے کے لئے کوئی آیت منتخب کرلو اور پھر خود ہی فرمایا اچھا یہی آیت سہی یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا اس پر میں نے سنایا کہ رات سے میرے دل میں یہی آیت آرہی تھی اور اس پر تقریر کرنے کی بڑے زور سے تحریک ہو رہی تھی- کہنے لگے شاید تمہاری ہی تحریک کا مجھ پر اثر ہؤا ہے۔ تو اس قسم کی لہریں ہوتی ہیں جو ہر قلب کے اندر پیدا ہوتی ہیں اور جس قدر زبردست اور زوردار ہوتی ہیں اسی قدر زیادہ پھیلتی ہیں اور ان میں فرق یہی ہوتا ہے کہ بعض اتنی کمزور ہوتی ہیں جنہیں ہر قلب محسوس نہیں کرتا جس طرح ہوا میں لہریں تو موجود ہوتی ہیں لیکن ہر آنکھ محسوس نہیں کرسکتی بلکہ خاص آلہ ہی محسوس کرتا ہے اور باریک سے باریک ذرات ہوتے ہیں مگر کوئی آنکھ انہیں دیکھ نہیں سکتی بلکہ خوردبین ہی دکھاتی ہے- اسی طرح قلب میں پیدا ہونے والی لہروں کا حال ہوتا ہے اور بعض ایسی نمایاں اور زوردار ہوتی ہیں کہ تمام لوگ محسوس کرسکتے ہیں تو ہر ایک فعل جو انسان سے سرزد ہوتا ہے اور ہر ایک خیال جو انسان کو پیدا ہوتا ہے وہ موجود رہتا ہے اور نہ صرف موجود رہتا ہے بلکہ تمام انسانی دماغوں میں جاتا ہے- ہاں اگر وہ کمزور ہوتا ہے تو محسوس نہیں ہوتا اور اگر زوردار ہوتا ہے تو سب کو محسوس ہوتا ہے-

کوئی انسان اپنے آپ کو غیر ذمہ دار نہ سمجھے

اس سے ہمارے لئے ایک نتیجہ نکلا اور وہ یہ کہ ہم جس طرح اپنے آپ کو غیر ذمہ دار سمجھتے ہیں در حقیقت اس طرح غیر ذمہ دار نہیں ہیں۔ بہت سی باتوں کے متعلق انسان سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے ذمہ دار نہیں ہیں- اس لئے وہ لاپرواہی سے اسے منہ سے نکال

دیتے ہیں۔ مگر یہ شواہد اور مثالیں جو میں نے پیش کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی کوئی حرکت اور کوئی فعل بے نتیجہ نہیں ہوتا اور نہ وہ اس تک محدود رہتا ہے بلکہ اس کا اثر دور دور تک پھیلتا ہے۔ ہاں جب وہ طاقتور ہوتا ہے تو بہت سے لوگوں کو محسوس ہوتا ہے اور جب کمزور ہوتا ہے تو کم لوگوں کو محسوس ہوتا ہے لیکن ہوتا ضرور ہے اور کچھ نہ کچھ اثر ضرور کرتا ہے۔

مخفی لہروں کے اثر کرنے کا ثبوت قرآن سے

چنانچہ اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○ (الناس: ۲ تا ۷)

اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ انسان کے دل میں پیدا ہونے والی مخفی لہریں بھی دوسروں پر اثر کرتی ہیں کیونکہ فرماتا ہے کہو ہم پناہ مانگتے ہیں خناس کے وسوسوں سے۔ گویا ایسے لوگ ہوتے ہیں جو خود تو پیچھے رہتے ہیں لیکن ان کے وسوسے یعنی گندے خیالات دوسروں کے دلوں میں جا پڑتے ہیں۔ اس میں یہ بھی بتایا کہ فضا میں آپ تو نظر نہیں آتے مگر ان کا وسوسہ دل میں آجاتا ہے کس طرح؟ اسی طرح کہ ان کے دل میں پیدا ہونے والی لہر چلتی ہے اور اس طرح ان کے گندے خیالات دوسروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس بات کی تصدیق اس سے بھی ہوئی ہے کہ عموماً دیکھا گیا ہے جب کوئی نیا خیال پھیلنے لگتا ہے تو مختلف شہروں میں اس خیال کے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح تحقیقاتوں کے متعلق بھی دیکھا گیا ہے مثلاً ڈارون تھیوری ہے اس کے تین شخص مدعی ہیں۔ ایک انگریز، دوسرا جرمن اور تیسرا فرانسیسی۔ لیکن محققین کہتے ہیں کہ ایک ہی زمانہ میں ان تینوں کو یہ خیال پیدا ہوا تھا چنانچہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ تینوں ایک دوسرے کے ہم عصر تھے تو خیالات ایک سے دوسرے کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔

صالحین کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم

اسی لئے صحبت صالح کا حکم ہے اس میں یہی حکمت ہے خدا کے برگزیدہ بندوں کی بات تو تحریر کے ذریعہ یا دوسروں کی زبانی بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ پھر کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبۃ: ۱۱۹) میں صادقوں کی صحبت میں رہنے کا کیوں اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر رسول کریمؐ کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کرنے یا مسیح موعود کا اپنی صحبت میں رہنے کی تاکید کرنے کا کیا مطلب ہے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ

صرف الفاظ اس قدر اثر نہیں رکھتے جس قدر وہ رَو رکھتی ہے جو قلب سے نکلتی ہے اور چونکہ ہر قلب ایسا نہیں ہوتا جو اسے دور سے محسوس کر سکے اس لئے قریب ہونے کی وجہ سے چونکہ رَو کی شدت بڑھ جاتی ہے اور جلدی اثر ہو جاتا ہے اس لئے قرب کا حکم دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کو بتایا گیا کہ جو تیرے زمانہ کے لوگ ہوں گے وہ اچھے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ (بخاری کتاب المناقب باب فضائل اصحاب النبی ﷺ) اب سوال ہوتا ہے کہ ان سب کی اصلاح تو قرآن کریم اور احادیث کے ذریعہ ہوئی اور اسی طرح سے وہ پاک و صاف ہوئے پھر وجہ کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے لوگ اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں اور ان کے بعد کے ان سے کم اور ان کے بعد کے ان سے بھی کم۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلوں پر جس قدر رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود کے وجود پاک سے نکلی ہوئی لہر کا اثر ہؤا وہ بُعدِ زمانی کی وجہ سے بعد والوں پر کم ہوتا گیا دیکھو پانی میں جب پتھر پھینکا جائے تو قریب قریب کی لہریں بہت نمایاں اور واضح ہوتی ہیں اور جوں جوں لہریں پھیلتی جاتی ہیں مدھم ہوتی جاتی ہیں یہی حالت روحانی لہروں کی ہوتی ہے ان پر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور وہ پھیلتی جاتی ہیں تو گو مٹتی نہیں مگر ایسی کمزور اور مدھم ہوتی ہیں کہ ہر ایک دل انہیں محسوس نہیں کرتا اور جو محسوس کرتا ہے وہ بھی پورے طور پر محسوس نہیں کر سکتا۔ اس لئے جن لوگوں کو روحانیت کی لہر پیدا کرنے والے وجود کا قُربِ مکانی یا قُربِ زمانی حاصل ہوتا ہے وہ اس لہر سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعد میں آنے والوں سے بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔

قرب کا اثر قُربِ مکانی اور زمانی کے اثر کا عام اور ظاہری ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ آپ لوگوں نے کئی دفعہ تجربہ کیا ہوگا اگر کسی کو کوئی کام کرنے کے لئے خط لکھا جائے تو وہ انکار کر دیتا ہے اگر خود اس کے پاس جا کر کہا جائے تو کام کر دیتا ہے۔ ہر ایک کہنے والا نہیں جانتا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ منہ دیکھے کا لحاظ کیا گیا ہے لیکن دراصل وہ رَو کا اثر ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے زیادہ پڑتا ہے اور اس طرح جس کو کچھ کہا جائے وہ مان لیتا ہے۔ اسی طرح وہی تقریر جو ایک جگہ مقرر کے منہ سے سنی جائے جب چھپی ہوئی پڑھی جائے تو اس کا وہ اثر نہیں ہوتا جو سننے کے وقت ہوتا ہے۔ اس وقت بڑا مزا اور لطف آتا ہے لیکن چھپی

ہوئی پڑھنے سے ایسا مزا نہیں آتا۔ جس پر کہہ دیا جاتا ہے کہ لکھنے والے نے اچھی طرح نہیں لکھی لیکن بات یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا تو صرف الفاظ ہی لکھتا ہے۔ وہ لہریں جو تقریر کرنے والے سے نکل رہی ہوتی ہیں ان کو محفوظ نہیں کر سکتا۔ اس لئے صرف الفاظ کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا لہروں کے ساتھ ملنے سے ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے سننے والے تک پورے طور پر پہنچ رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے تقریر سننے سے زیادہ اثر ہوتا ہے اور پڑھنے کے وقت ایک تو بُعد ہوتا ہے اور دوسرے صرف لفظ ہوتے ہیں اس لئے وہ لطف نہیں آتا نہ اتنا اثر ہوتا ہے۔

مجددین کے مبعوث ہونے کی وجہ

یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ اسلام میں مجددین مبعوث کئے جاتے رہے ہیں کیونکہ قرآن کریم کے صرف الفاظ سے وہ اثر نہیں ہو سکتا جو خدا کے صاف کئے ہوئے کسی انسان کے منہ سے نکلنے پر ہو سکتا ہے۔ تو جو لہر کسی وجود سے نکلتی ہے وہ ضرور اثر کرتی ہے اور کبھی ضائع نہیں جاتی۔ یہ الگ بات ہے کہ جو لہر زیادہ زوردار ہوتی ہے وہ زیادہ اثر کرتی ہے اور جو کمزور ہوتی ہے وہ کم اثر کرتی ہے۔ اسی طرح قریب کی چیزوں پر زیادہ اثر ہوتا ہے اور بعید پر کم۔ لیکن اثر ہوتا ضرور ہے جس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو غیر ذمہ دار سمجھ کر یہ خیال نہ کرے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

سخت غلطی کرنے والا انسان

ایک ایسا شخص جو فتنہ و فساد کی کوئی بات منہ سے نکال کر یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا کیا ہے میں تو ایک غیر ذمہ دار شخص ہوں۔ میری بات کا کوئی اثر نہیں ہے، وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی بات کا ظاہراً اثر نہ ہو مگر اس سے جو لہر چلتی ہے وہ ضرور ایسے لوگوں کو خراب کرتی ہے جو کمزور ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ خواہ اس کے پاس ہوں یا دُور ان پر ضرور کچھ نہ کچھ اثر ہوگا اور جن میں زیادہ طاقت ہوگی وہ تو اس لہر کا مقابلہ کریں گے لیکن اگر کم ہوگی تو متأثر ہو جائیں گے پس کسی کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ غیر ذمہ دار ہے اور اس کی بات کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اثر ضرور ہوتا ہے۔

مؤمن کو احتیاط کرنی چاہئے

اس لئے مؤمن کو چاہئے کہ اپنا ہر ایک کام ہر ایک فعل اور ہر ایک بات کرتے وقت نہایت احتیاط کرے اور کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے کسی قسم کا فتنہ پیدا ہوتا ہو کیونکہ جو ایسا نہیں کرتا وہ اپنے ہاتھ، اپنے

پاؤں، اپنی زبان اور اپنے خیال سے زہر پھیلاتا ہے اور بہت سوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وہ اسلام میں روک ڈالتا ہے اور جو لوگ اشاعت اسلام کی کوشش کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں روک بنتا ہے کیونکہ جہاں اشاعت اسلام کرنے والے لوگوں کے دلوں میں اسلام کے پھیلانے کی رَو پیدا ہوتی ہے وہاں اس کے دل میں ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں جن سے فتنہ و فساد و شرارت اور بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ پس ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے خیالات اور افعال کو نہایت احتیاط کے دائرہ میں رکھے اور کوئی بات اور کوئی فعل ایسا نہ کرے جس سے چھوٹے سے چھوٹا فتنہ پیدا ہونے کا احتمال بھی ہو اور ہر ایک برے خیال کا مقابلہ کرتے ہوئے نیک خیالات اور اچھے ارادے اپنے دل میں پیدا کرے۔ ایسا شخص اگر اپنے گھر میں بیٹھا ہو تو بھی دور دور اسلام کی تبلیغ کا موجب بن رہا ہو گا کیونکہ اس کے دل سے جو اچھی رَو نکلے گی وہ دور دور پھیلے گی اور لوگوں کو متأثر کرے گی۔

نیت اور عمل میں فرق

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ۔ (مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۴۰۷) کہ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے اچھی ہے۔ بعض لوگوں نے اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ظاہری نظر سے دیکھنے والا انسان تو کہے گا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ نیت عمل سے اچھی ہو اور صرف اچھی نیت کرنا عمل کرنے سے اچھا ہو۔ لیکن بات دراصل یہ ہے کہ جو انسان قلب میں اصلاح کر لے وہ اعمال صالحہ تو کرے گا ہی لیکن چونکہ اس کے قلب کا اثر دور دور تک پہنچے گا جس سے لوگوں میں ایسی کشش پیدا ہو گی کہ اسلام کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ اس لئے نیت کا درجہ عمل سے اعلیٰ بتایا گیا ہے کیونکہ عمل صرف دیکھنے والوں پر اثر ڈال سکتا ہے جو بہت محدود ہوتے ہیں مگر قلب کا اثر دور دور تک پہنچتا ہے تو چونکہ نیتوں، ارادوں اور باتوں کا اثر بہت وسیع ہوتا ہے اس لئے ان کے متعلق مؤمن کو بہت محتاط رہنا چاہئے مگر عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی کے دل میں جو خیال آتا ہے خواہ وہ کیسا ہی فتنہ انگیز ہو اُسے پھیلانا شروع کر دیا جاتا ہے اور دوسروں کو بھی اس میں شریک کر لیا جاتا ہے۔ یہ مؤمن کی شان نہیں ہے۔

مؤمن کی شان

مؤمن وہی ہے جو اپنے ہر قسم کے خیالات اور ارادوں پر پوری طرح قبضہ اور اختیار رکھتا ہے۔ اپنے دل میں نیک اور اچھے خیال کو آنے دیتا ہے اور

بد کو روک دیتا ہے اور یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف جھک جائے تو دل خود بخود قابو میں آجاتا ہے اور نیک تحریکیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

قلب کی اصلاح سب سے ضروری ہے

ہماری جماعت کے لوگوں کے لئے سب سے پہلے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے خیالات اور ارادوں کی اصلاح کریں بہت لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ سب سے ضروری یہی بات ہے کہ انسان کو اپنے قلب پر قبضہ حاصل ہو اور جس کو دل پر قبضہ اور اختیار حاصل ہو گیا اسے سب کچھ حاصل ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ ابوبکر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی وجہ سے فضیلت نہیں رکھتا بلکہ اس چیز کی وجہ سے فضیلت رکھتا ہے جو اس کے قلب میں ہے۔ (نزھۃ المجالس مصنفہ شیخ عبدالرحمان الصفوری جلد ۲ صفحہ ۱۵۳ مطبوعہ مصر) تو درحقیقت قلب میں پیدا ہونے والی چیز ہی ایسی ہے جو ظاہری اعمال پر بہت بڑی فضیلت رکھتی ہے بہت لوگ نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، زکوٰۃ دیتے، حج کرتے ہیں لیکن انہیں کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی نیت درست اور ارادہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں ایک انسان ہوتا ہے جو ساری عمر جنتیوں والے کام کرتا رہتا ہے لیکن اس کے دل میں کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ مرتے وقت اسے ایسا دھکّا لگتا ہے کہ دوزخ میں جاکر گرتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان ساری عمر ایسے کام کرتا رہتا ہے جو بظاہر دوزخیوں والے ہوتے ہیں اور وہ دوزخ کے قریب پہنچ جاتا ہے لیکن اس کے قلب میں ایسی بات ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اسے دوزخ میں گرنے سے کھینچ لیتا اور جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ (ترمذی ابواب القدر باب ماجاء ان الاعمال بالخواتیم) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ظاہری اعمال کامیابی کے لئے کافی نہیں ہوتے۔ ظاہری اعمال خواہ انسان کتنے ہی کرے اگر اس کے قلب میں نور ایمان اور اخلاص نہ ہو تو چھوٹی چھوٹی باتوں سے اسے ٹھوکر لگ جاتی ہے اور کہیں سے کہیں جا پڑتا ہے اور چونکہ اس کے اعمال بہت ہی محدود اور سطحی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا بہت کم نتیجہ نکلتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں روحانی لہریں بہت گہری اور پائیدار ہوتی ہیں اور وہ قلب سے نکلتی ہیں اس لئے قلب کی اصلاح سب سے ضروری اور اہم ہے ایسا انسان جو ظاہری طور پر اسلام کے احکام پر عمل کرتا ہے۔ مگر اس کے قلب میں کوئی ایسی لہر پیدا ہوتی ہے جو اسلام کی اشاعت میں روک ہے تو وہ اسلام کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اسی لئے رسول کریم

ﷺ نے فرمایا ہے۔ انسان کو ہوشیار رہنا چاہئے۔ اس کے جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ وہ خراب ہو جائے تو اس کا سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ اچھا ہو تو سارا جسم اچھا ہوتا ہے اور وہ دل ہے۔ (ابن ماجه کتاب الفتن باب الوقوف عند الشبهات) پس جب کسی کے دل میں بد خیال آتے ہیں تو اس کا سارا جسم برا ہو جاتا ہے اور جب نیک خیال آتے ہیں تو اس کا سارا جسم اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے قلب کا صیقل کرنا اور اس میں پاکیزگی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے اور میں نے بتایا ہے جس کا قلب صاف ہو وہ گھر بیٹھے بیٹھے دور دور تبلیغ کر رہا ہوتا ہے وہ جاپان میں تبلیغ کرتا ہے۔ وہ چین میں تبلیغ کرتا ہے وہ یورپ میں تبلیغ کرتا ہے وہ امریکہ میں تبلیغ کرتا ہے گویا وہ ساری دنیا میں تبلیغ کر رہا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے ذریعہ چلی ہوئی رَو

دیکھو حضرت مسیح موعود ساری دنیا میں تبلیغ کرنے نہیں گئے۔ لیکن آپ نے جو رَو چلائی وہ ہر جگہ پھیل رہی ہے اور تمام اقوام میں مذہب کا چرچا ہو رہا ہے۔ چاہے لوگ اس وقت حضرت مسیح موعود کو سچا نہ سمجھیں اور آپ کو قبول نہ کریں لیکن جس طرح ایک بے ہوش کی آنکھ کھلتی ہے تو اس کا ہاتھ سب سے پہلے اسی چیز پر پڑتا ہے جو اس کے قریب ہوتی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کی غفلت سے جو آنکھ کھل رہی ہے تو گو ان کی توجہ انہیں باتوں کی طرف ہو رہی ہے جو ان کے زیادہ قریب ہیں لیکن جب زیادہ آنکھ کھل جائے گی تو اصل بات کی طرف بھی توجہ کرنے لگیں گے لیکن اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جو رَو چلائی وہ ساری دنیا میں پھیل رہی ہے۔

پس اس میں شک نہیں کہ قلب کی رَو ساری دنیا میں پھیلتی ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ پاس والوں پر زیادہ اثر ڈالتی ہے۔ لیکن نبی چونکہ مرکز ہوتا ہے اس لئے ایک مقام پر کھڑا ہو کر رو کو پھیلاتا ہے اور اس طرح اس کی رَو کا جو اثر ہوتا ہے وہ اس کے جگہ جگہ پھرنے سے نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود ابتداء میں کچھ عرصہ کئی جگہ گئے ہیں مگر بعد میں ایک مقام پر قائم ہو گئے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ ابتدائی زمانہ میں تبلیغ کے لئے مختلف مقامات پر جاتے رہے مگر بعد میں جنگوں کے لئے تو آپ کو جانا پڑا مگر تبلیغ کے لئے نہیں گئے۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی کشمیر تک تو آئے مگر پھر ٹھہر گئے۔ تو انبیاء ابتدائی زمانہ میں پھرتے ہیں مگر بعد میں ایک مرکز پر قائم ہو جاتے ہیں اور اسی جگہ بیٹھے ہوئے دور دور اپنا اثر پہنچاتے رہتے ہیں

چنانچہ دیکھ لو حضرت مسیح موعود نے ایک جگہ بیٹھ کر کس طرح ہر جگہ اپنا اثر پہنچا دیا ہے۔ گو آج وہ اثر ہر جگہ نظر نہیں آتا لیکن زمانہ بتائے گا اور بتا رہا ہے کہ کوئی جگہ نہیں جہاں آپ کا اثر نہیں پہنچ چکا۔ تو قلب کی اصلاح سب سے ضروری ہے جو اس کی اصلاح نہیں کرتا وہ غفلت میں پڑا سو رہا ہے وہ اسلام کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہے کیونکہ اس کا قلب ایسی بدبو پھیلا رہا ہے جس کا اثر دوسروں پر برا پڑتا ہے اور وہ اسلام سے دور ہو جاتے ہیں۔

قلوب کی اصلاح سے اشاعت اسلام میں آسانی

پس میں آپ لوگوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ اپنے قلوب کی اصلاح کرو تاکہ تمہارے ذریعہ اشاعت اسلام میں آسانیاں پیدا ہوں۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ قلب کی پوری پوری اصلاح نہ کریں گے تو نہ صرف خود ایمان کے اعلیٰ درجہ کو حاصل نہ کر سکیں گے بلکہ دوسروں کے ایمان لانے میں بھی روک بنیں گے آج کل کئی لوگوں نے اصلاح چندہ دینا سمجھ رکھی ہے اور وہ اپنی ہمت کے مطابق چندہ دیتے ہیں وصیتیں کرتے ہیں اور بھی کئی قسم کی قربانیاں کرتے ہیں مگر بعض اوقات چھوٹی سی بات سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو ان کے ظاہری اعمال اچھے تھے لیکن ان کے دل میں ایمان مضبوطی کے ساتھ گڑا ہؤا نہیں تھا اور انہیں قلب کی پوری صفائی حاصل نہ تھی۔ ان کی حالت ایسی ہی تھی جیسے پاخانہ پر کھانڈ پڑی ہو اور ذرا سی ٹھوکر سے بدبو نکل آئے۔ اس قسم کی کئی مثالیں مل سکتی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتیں ٹھوکر کا موجب ہوئی ہیں اور پھر ایسے لوگوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کی کہ ان کے ذریعہ کتنا فتنہ پیدا ہو گا۔ ایک آدمی کے متعلق جب معلوم ہؤا کہ وہ ڈگمگا رہا ہے تو میں نے اس کے پاس آدمی بھیجے جنہیں اس نے کہا کہ مجھے روپیہ کی ضرورت تھی جو میاں صاحب نے نہیں دیا اور لاہوری احباب نے دے دیا ہے اب میں کیا کروں اور کس طرح ان سے ہٹوں۔ اس بات کو اگر مان بھی لیا جائے کہ ہماری غلطی ہے اور ہم نے اس وقت اس کی امداد نہیں کی۔ (حالانکہ اسے یہ دھوکا اپنے ہی گھر سے لگا ہے) تو بھی میں کہتا ہوں اس سے یہ کس طرح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہ تھے۔ پھر مجھے تو جو اس کا جی چاہتا کہہ سکتا تھا لیکن اس کی وجہ سے اسے یہ کس طرح پتہ لگا کہ غیر احمدی مسلمان ہیں۔ میرے روپیہ دینے یا نہ دینے میرے خاطر کرنے یا نہ کرنے سے مسئلہ نبوت مسیح موعود پر کیا اثر پڑ سکتا ہے لیکن اسی بات سے ٹھوکر کھا کر وہ کہیں کا کہیں جا پڑا۔ پس اس بات سے اس کے عقائد کا بگڑ جانا بتا رہا

ہے کہ اس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا جو ذرا سی ٹھوکر سے پھٹ گیا اور اندر سے اس کے گندے اور ناپاک نفس کی بدبو آنے لگ گئی۔ تو اس طرح ٹھوکریں لگنے کی وجہ دراصل یہی ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں کے قلب صاف نہیں ہوتے۔

صفائی قلب کا نتیجہ

اگر قلب صاف ہو تو انہیں اپنے عقائد پر ایسا یقین اور ثبات ہو کہ جس سے کوئی چیز انہیں متزلزل نہ کر سکے۔ دیکھو اگر ایک شخص کو کامل ایمان ہو کہ رسول کریم ﷺ خدا کے سچے رسول ہیں اور اس کے قلب میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ داخل ہو تو اسے اگر ساری دنیا مل کر بھی اس عقیدہ سے ہٹانا چاہے تو وہ نہیں ہٹے گا وہ جان تو دے دے گا مگر ایمان نہیں دے گا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرانا منظور کرلے گا لیکن یہ نہیں کہے گا کہ آپ خدا کے رسول نہ تھے۔ اسی طرح جس شخص کے قلب میں یہ بات داخل ہو کہ حضرت مسیح موعود خدا کے نبی ہیں اسے خواہ کتنی ہی مشکلات پیش آئیں، کتنی ہی تکالیف کا سامنا ہو وہ آپ کے نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کرے گا۔ لیکن جس کے دل میں یہ بات داخل نہ ہوگی وہ خواہ زبانی اس کا کتنا ہی اقرار کرتا رہے، معمولی سی ٹھوکر سے انکار کر دے گا۔ پس سب سے ضروری بات یہی ہے کہ قلب کو صاف کیا جائے اور اسے ہر قسم کی آلائشوں اور پلیدیوں سے پاک رکھا جائے۔ آپ لوگوں کو اس طرف خاص توجہ کرنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ صرف ظاہری اعمال سے کام نہیں چلتا۔ اس وقت تک نمازیں نمازیں نہیں کہلا سکتیں۔ روزہ روزہ نہیں کہا جا سکتا۔ حج حج نہیں ہو سکتا۔ زکوٰۃ زکوٰۃ نہیں کہی جا سکتی جب تک قلب صاف نہ ہو اور قلب میں پاکیزگی پیدا نہ ہو جائے اور جب قلب صاف ہو جائے تو پھر سب باتیں خود بخود صاف ہو جاتی ہیں۔

قلب کی صفائی کے طریق

قلب کی صفائی کے کیا ذرائع ہیں۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے اور اس وقت مجھے کچھ تکلیف ہے زیادہ بول نہیں سکتا اس لئے میں صرف اتنا بتاتا ہوں کہ قلب کی صفائی کے طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں موجود ہیں۔ میں اس وقت آپ لوگوں کو جگا رہا ہوں اور ایک اہم بات کی طرف متوجہ کر رہا ہوں۔ آگے اس کا حاصل کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا آپ لوگوں کا کام ہے پس میں پھر کہتا ہوں کہ اپنے اپنے قلب کی صفائی کرو۔

قلب صاف ہو جانے کے بعد کیا ہو گا

اگر آج ہماری ساری جماعت اپنے قلوب کو صاف کرے اور ایسا بنالے کہ کوئی ٹھوکر، کوئی تکلیف، کوئی مشکل اور کوئی مصیبت اسے صراط مستقیم سے ہٹا نہ سکے اور دشمن تو الگ رہے اگر اپنوں سے بھی کوئی رنج اور تکلیف پہنچے تو بھی عقائد سے متزلزل نہ ہو کیونکہ اس نے کسی کے لئے حضرت مسیح موعود کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے مانا ہے۔ پس اگر ہماری جماعت کے تمام افراد کو یہ بات حاصل ہو جائے تو موجودہ صورت سے کئی گُنا بڑھ کر ہماری ترقی کی رفتار تیز ہو جائے گی اور جس طرح سیلاب کے سامنے بڑی بڑی عمارتیں اور دیواریں گرتی اور مٹتی جاتی ہیں اسی طرح اس روحانیت کے دریا کے سامنے کفر کی عمارتیں دھڑا دھڑ گرتی چلی جائیں گی۔ پھر قلب کی صفائی کے ساتھ ظاہری صفائی کی بھی ضرورت ہے اس لئے اس سے بھی غافل نہ رہنا چاہئے اور اپنے فرائض کی اہمیت اور موقع کی نزاکت کو خوب اچھی طرح محسوس کرنا چاہئے۔

موجودہ نازک حالت

اس وقت حالت یہ ہے کہ پہلی بوسیدہ عمارتوں کو مٹایا جارہا ہے ان کی جگہ نئی بنیادیں رکھی جارہی ہیں اور ایسا وقت بہت نازک اور تکلیف دہ ہوتا ہے جبکہ پرانی عمارت گرا کر نئی بنائی جارہی ہوتی ہے کیونکہ خواہ مکان پرانا اور بوسیدہ ہو تو بھی اس میں گزارہ کرنے والے کرہی لیتے ہیں بارش میں اگر ایک جگہ سے ٹپکے تو دوسری جگہ ہو بیٹھتے ہیں۔ گرمی میں دھوپ سے اور سردی میں ہوا سے بچتے ہیں لیکن جب مکان بالکل گر جائے تو پھر کچھ بھی سہارا نہیں رہتا۔ پس آج اسلام کی وہ عمارت جو نااہلوں کی وجہ سے بوسیدہ ہوگئی تھی گرادی گئی ہے اور اب نئی عمارت بنائی جائے گی۔ بوسیدہ عمارت کے گرنے سے ہمیں خوشی ہے کہ نئی بنے گی لیکن جس طرح نیا مکان بنانے کے لئے بہت زیادہ فکر اور کوشش کرنی پڑتی ہے، اس سے زیادہ کوشش کی ہمیں ضرورت ہے۔ اس وقت زیادہ سے زیادہ دو تین مسلمان کہلانے والوں کی حکومتیں رہ گئی تھیں اور وہی اسلام کی عمارت سمجھی جاتی تھیں لیکن چونکہ وہ بوسیدہ ہوگئیں اس لئے خدا انہیں گرارہا ہے اور اس طرح مسلمانوں کو بیدار اور ہوشیار کیا گیا ہے۔ اب نئی عمارت بنے گی مگر تلوار کے ذریعہ نہیں، روحانی ذرائع سے اور اس کے لئے تیاری کرنا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ اگرچہ یہ دن اسلام کے لئے بہت نازک اور خطرناک دن ہیں مگر جو خدا تعالیٰ پر یقین اور بھروسہ رکھتے ہیں ان کے لئے خوشی کا بھی موقع

ہے کہ اب نئی عمارت بنے گی پس اس عمارت کی تیاری کے لئے محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔

اسلام کی ترقی کے ساتھ مسلمانوں کی ترقی وابستہ ہے

باقی جس قدر لوگ ہیں انہیں اس کی پرواہ ہی نہیں وہ دن رات دنیا حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور جنہیں کچھ مذہب کا خیال ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اپنے ایجاد کردہ ذرائع سے کامیاب ہو جائیں گے حالانکہ کوئی مذہب اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ خدا کے ساتھ صلح نہ ہو اور خدا خود اس کا معاون و مددگار نہ ہو جائے تو اسلام کی ترقی کے ساتھ مسلمانوں کی ترقی وابستہ ہے جب تک اسلام ترقی نہیں کرے گا مسلمان بھی ترقی نہیں کرسکتے اور کوئی ذریعہ ان کی کامیابی کا نہیں ہے۔ لیکن عام لوگ اس سے غافل پڑے ہوئے ہیں صرف ایک ہی جماعت ہے جس کی توجہ اس طرف ہے اور وہ احمدی جماعت ہی ہے۔ اب دیکھئے کیسا نازک وقت ہے اسلام کی عمارت تیار ہونے کے لئے ایک طرف تو کروڑوں مزدوروں کی ضرورت ہے لیکن دوسری طرف مزدوروں نے سٹرائک کر رکھی ہے اور مسلمان کہلانے والوں نے کہہ دیا ہے کہ ہم اس میں حصہ نہیں لیں گے۔ اس لئے صرف چند لاکھ ایسے آدمی ہیں جو بظاہر اتنی بڑی عمارت کے ایک گوشہ کے لئے بھی کافی نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں جس قدر محنت اور کوشش کی ہمیں ضرورت ہے وہ صاف ظاہر ہے۔

یہ آرام کرنے کا وقت نہیں

لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ ایسے وقت میں اور اتنے کم مزدور ہونے کی صورت میں ان میں سے بھی کئی پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ستالیں اور آرام کرلیں۔ ایسے لوگوں کو میں کہتا ہوں کہ یہ غفلت اور سستی کا وقت نہیں اور نہ ہی آرام کرنے کا موقع ہے بلکہ کام کا وقت ہے اور آپ لوگوں نے اس کام کے کرنے کے لئے کئی بار وعدے کئے ہیں میں ان وعدوں کے پورا کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ پس جن میں غفلت اور سستی پائی جاتی ہے وہ اسے ترک کریں۔ کامیابی اور کامرانی تمہارے دروازے پر کھڑی ہے اور یہ کامیابی یا تو رسول کریم ﷺ کے وقت حاصل ہوئی ہے یا اب ہوگی۔ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم اچھے ہیں یا مسیحؑ کے صحابہ؟ آپؐ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ صحابہ کو جو انعام ملے ان کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہر مسلمان خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ پس انعام جو انہیں ملے وہی آپ

لوگوں کو مل سکتے ہیں اور تمہارے لئے رحمتوں کے دروازے کھل گئے ہیں اور فضل کے فوارے چل رہے ہیں مگر جہاں خدا کے رحم کی پھوار برس رہی ہے وہاں آگ کی بارش بھی ہو رہی ہے۔ اب جس کے نیچے کوئی اپنے آپ کو لے جائے گا وہی اس پر پڑے گا۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ آگ چھوڑ کر پانی کی طرف آئیں اور اپنے آپ کو اس کے نیچے رکھ دیں۔ اپنے اندر تغیر پیدا کریں تاکہ لوگوں کے دلوں کو فتح کر سکیں اور یہ کام بہت ہی مشکل کام ہے جب تک اپنے اندر خاص تبدیلی نہ پیدا کی جائے گی اس وقت تک نہیں ہو سکے گا۔

جماعت لاہور سے خطاب

لاہور کی جماعت کو خاص طور پر متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ قادیان کے بعد اگر ہماری جماعت کا کوئی مرکز ہو سکتا ہے تو وہ لاہور ہی ہے جہاں ہر طرف سے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس لئے قادیان کے بعد اگر تبلیغ میں کوئی جگہ مدد و معاون ہو سکتی ہے تو وہ یہی جگہ ہے کیونکہ ہر طرف کے لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اور پھر یہاں سے تمام ملک میں پھیل جاتے ہیں اس لئے یہاں کی جماعت کی ذمہ داریاں بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں ان کی کوتاہیاں بھی بہت بڑھی ہوئی ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ لوگوں میں اخلاص نہیں۔ بہت بڑا حصہ مخلص ہے لیکن وہ مجموعی طور پر اور مل کر کام نہیں کرتے ہر ایک الگ الگ کام کر رہا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ سب سے پہلے تو اپنے قلوب اور اعمال کی اصلاح کرو اور پھر اپنی ذمہ داریوں کو دیکھو اگر تم ان ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا کرو تو یقیناً سمجھ لو کہ تمہارے لئے انعامات کے حصول کے دروازے کھل گئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دے کہ اسلام اور سلسلہ کی ترقی کے لئے آپ بہت کچھ کام کر سکیں۔

(الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۱۹ء)